خطبہ جمعہ

بچوں سے عزت سے پیش آؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو

اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے

اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور پھر دس سال کی عمر تک انہیں سختی سے اس پر کاربند کرو

(احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالہ سے بچوں کے حقوق کا تذکرہ)

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ ۱۱ر فروری ۲۰۰۰ء بمطابق ۱۱ر تبلیغ ۱۳۷۹ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ﴾۔

(سورة سبا: ۳۸)

اور تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں نہیں جو تمہیں ہمارے نزدیک مرتبۂ قرب تک لے آئیں۔ سوائے اس کے کہ جو ایمان لایا اور نیک اعمال بجالایا۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جن کو اُن کے اعمال کے بدلے جو وہ کرتے تھے، دوہری جزا دی جائے گی اور وہ بالاخانوں میں امن کے ساتھ رہنے والے ہونگے۔

جو حقوق کے مضامین کا سلسلہ چل رہا ہے اس سلسلہ میں یہ بھی ایک کڑی ہے۔ اور اس کا تعلق زیادہ تر بچوں کے حقوق سے ہے۔ کہیں اس ضمن میں ماں باپ پر جو حقوق ہیں وہ بھی آجاتے ہیں، بعض دفعہ بچوں پر جو حقوق ہیں ان کا بھی ذکر آجاتا ہے مگر ان کو الگ الگ نہیں کیا جاسکتا۔ مگر اصل زور جو ہے وہ اس بات پر ہے کہ اپنے بچوں کے حقوق ادا کریں۔

اس سلسلہ میں پہلی حدیث ابن ماجہ سے لی گئی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا اپنے بچوں سے عزت کے ساتھ پیش آؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو۔ (ابن ماجه ۔ ابواب الادب ۔ باب برالوالد)

جو اپنے بچوں سے شروع سے ہی عزت کے ساتھ پیش آتے ہیں ان کے بچے بھی بڑے ہو کر ان کی بھی عزت کرتے ہیں اور باہر دوسروں کی بھی عزت کرتے ہیں اور یہ سلسلہ آگے نسلاً بعد نسلٍ چلتا رہتا ہے۔ اس لئے بچوں کو معمولی اور حقیر سمجھ کر بے وجہ جھڑکنا نہیں چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو ان سے عزت کا سلوک کیا کرو۔

دوسری روایت ترمذی ابواب البر والصلہ سے لی گئی ہے۔ حضرت ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد اور پھر اپنے دادا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔ (ترمذی ابواب البر والصلہ باب فی ادب الولد)

الادب المفرد للبخاری سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ "ابرار کو اللہ تعالیٰ نے ابرار اس لئے کہا ہے" یعنی یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہیں "ابرار کو اللہ تعالیٰ نے ابرار اس لئے کہا ہے کہ انہوں نے اپنے والدین اور بچوں کے ساتھ حسن سلوک کیا"۔ اب اس میں بچوں پر جو حق ہے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا اس کا بھی ذکر اکٹھا مل گیا ہے۔ تو "اپنے والدین اور بچوں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ جس طرح تم پر تمہارے والد کا حق ہے اسی طرح تم پر تمہارے بچے کا حق ہے"۔ (الادب المفرد للبخاری باب برّ الأب لولده)

یہ روایت سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ سے لی گئی ہے۔ حضرت عمرو بن شعیب کے دادا رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو پھر دس سال کی عمر تک انہیں اس پر سختی سے کاربند کرو نیز ان کے بستر الگ الگ بچھاؤ"۔ (سنن ابی داؤد كتاب الصلوٰة باب متى يؤمر الغلام بالصلوٰة)

نماز تو انسانی زندگی کی جان ہے۔ نماز نہ ہو تو کچھ بھی رشتہ خدا سے باقی نہیں رہتا۔ یہ اسلام کا سب سے بڑا تحفہ ہے جو بچوں اور بنی نوع انسان کو پیش کیا گیا ہے، پانچ وقتہ نماز۔ تو اس کی عادت ڈالنے کے لئے بھی بچپن سے تربیت کی ضرورت پڑتی ہے۔ اچانک بچوں میں یہ عادت نہیں پڑا کرتی۔ اس کا طریقہ آنحضرت ﷺ نے یہ سمجھایا ہے کہ سات سال کی عمر سے اس کو ساتھ نماز پڑھانا شروع کرو اور پیار سے ایسا کرو۔ کوئی سختی کرنے کی ضرورت نہیں، کوئی مارنے کی ضرورت نہیں، محبت اور پیار سے اس کو گراؤ۔ اس کو عادت پڑ جاتی ہے۔ دراصل جو ماں باپ نمازیں پڑھنے والے ہوں ان کے سات سال سے چھوٹی عمر کے بچے بھی نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ ہم نے تو گھروں میں دیکھا ہے اپنے نواسوں وغیرہ کو بالکل چھوٹی عمر کے ڈیڑھ ڈیڑھ، دو دو سال کی عمر کے ساتھ آ کے تو نیت کر لیتے ہیں اور نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ان کو اچھا لگتا ہے دیکھنے میں، خدا کے حضور اٹھنا، بیٹھنا، جھکنا ان کو پیارا لگتا ہے اور وہ ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ نماز نہیں، محض ایک نقل ہے جو اچھی نقل ہے۔ لیکن جب سات سال کی عمر تک بچہ پہنچ جائے تو پھر اس کو باقاعدہ نماز کی تربیت دو۔ اس کو بتاؤ کہ وضو کرنا ہے، اس طرح کھڑے ہونا ہے، قیام و قعود سجدہ وغیرہ سب اس کو سمجھاؤ۔ اس کے بعد وہ بچہ اگر دس سال کی عمر تک، پیار و محبت سے سیکھتا رہے پھر دس اور بارہ کے درمیان اس پر کچھ سختی بے شک کرو کیونکہ وہ کھلنڈری عمر ایسی ہے کہ اس میں کچھ معمولی سزا، کچھ سخت الفاظ کہنا یہ ضروری ہوا کرتا ہے بچوں کی تربیت کے لئے۔ تو جب وہ بلوغ کو پہنچ جائے، بارہ سال کی عمر کو پہنچ جائے پھر اس پر کوئی سختی کی اجازت نہیں۔ پھر اس کا معاملہ اور اللہ کا معاملہ ہے اور جیسا چاہے وہ اس کے ساتھ سلوک فرمائے۔ تو انسانی تربیت کا دائرہ یہ سات سال سے لے کر بلکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے پہلے سے بھی شروع ہو جاتا ہے، بارہ سال کی یعنی بلوغت کی عمر تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے بعد بھی تربیت تو جاری رہتی ہے مگر وہ اور رنگ ہے۔ انسان اپنی اولاد کا ذمہ دار بارہ سال کی یعنی بلوغت کی عمر تک ہے۔

ایک روایت عمر بن ابی سلمہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور آنحضرت ﷺ کی گود میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرا ہاتھ کھانے کی پلیٹ میں ادھر ادھر چلا جاتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: "بیٹا اللہ کا نام لے، داہنے ہاتھ اور اپنے سامنے سے کھانا کھا"۔ (صحيح بخاری كتاب الاطعمه باب التسمية على الطعام والأكل باليمين)

یہ کھانے کے آداب بھی بچپن سے ہی بچوں کو سکھانے ضروری ہیں۔ یہ بچے کا حق ہے ماں باپ کے اوپر کہ اس کو ایک تو یہ سکھایا جائے کہ جو سامنے ہے وہی کھائے اور ہر طرف کھانے میں ہاتھ نہ مارتا پھرے اور دوسرے ہمیشہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرے۔ یہ بسم اللہ کی عادت بھی اگر بچپن میں نہ ڈالی جائے تو پھر بعد میں پڑنی بہت مشکل ہے۔ اس لئے بچپن ہی سے بسم اللہ کی عادت ڈالنا یہ بہت ہی ضروری ہے۔ اور 'اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا'۔ کہتے ہیں میں نے اس نصیحت کو پلّے باندھ لیا اور ساری عمر پھر کبھی پلیٹ میں ادھر ادھر ہاتھ نہیں دوڑائے اور جو میرے سامنے ہوتا تھا وہی کھاتا تھا اور دائیں ہاتھ سے کھاتا تھا اور بسم اللہ پڑھ کر کھاتا تھا۔ بسم اللہ پڑھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بسم اللہ سے کھانا حلال ہو جائے گا بلکہ محض اللہ کو یاد کرنا ہے کہ اللہ کے حکم سے ہمیں یہ سب کچھ عطا ہوا ہے، اس کی نعمتیں ہیں۔ بعض لوگوں کو بسم اللہ پڑھنے کی ایسی عادت ہوتی ہے کہ وہ شراب پر بھی بسم اللہ پڑھ

لیتے ہیں۔ تو شراب ان کی بسم اللہ سے مسلمان نہیں ہو سکتی۔ نہ اس بسم اللہ کا ان کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے بلکہ گستاخی ہے یہ بسم اللہ۔ کئی دفعہ سیاسی لوگوں سے مجھے واسطہ پڑا ہے بچپن میں، جوانی میں اور میں نے خود دیکھا ہے ایک صاحب کو، اب اس کا نام بتانا مناسب نہیں وہ اپنے لیڈر کو کہہ رہا تھا، وہ اس کو شراب پیش کر رہا تھا۔ وہ اس کو کہہ رہا تھا سائیں بسم اللہ کرو، بسم اللہ کرو۔ کہ پہلے تم بسم اللہ کرو، شروع کرو پھر میں بھی شروع کرتا ہوں۔ اب جو مرضی بزرگ بنتے پھریں میں نے جو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ میں صحیح بیان کر رہا ہوں۔

ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حسن بن علی (اپنے نواسے) کو چوما تو پاس بیٹھے اقرع بن حابس تمیمی نے کہا کہ میرے تو دس بچے ہیں لیکن مَیں نے کسی کو کبھی نہیں چوما۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ (بخاری کتاب الادب باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته)

بچوں کو چومنا اور بچوں کو پیار دینا یہ سنت ہے۔ مگر اتنا پیار نہیں دینا چاہئے کہ وہ ان کے لئے وبال جان بن جائے اور اسی طرح جب اپنے بچوں پر پیار آتا ہے تو دوسرے بچوں پر بھی پیار آنا چاہئے۔ یہ محض ناجائز خیال ہے کہ اپنے بچوں کو تو پیار کرو، دوسروں کو نہ کرو۔ بچہ معصوم خود پیار چاہتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے بچوں کو بھی پیار دیتے تھے اور دوسرے بچوں کو بھی پیار دیا کرتے تھے اور بچپن سے پیار دینا بھی بچوں کی تربیت کے لئے بڑا ضروری ہے۔

ایک اور روایت الادب المفرد للبخاری سے ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک چھوٹا بچہ بھی تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ چمٹانے لگا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس سے رحم کا سلوک کرتے ہو؟ اس پر اس نے جواب دیا: جی حضور۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اللہ تم پر اس سے بہت زیادہ رحم کرے گا جتنا تم اس بچے پر کر رہے ہو۔ وہ خدا ارحم الراحمین ہے"۔ اللہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (الادب المفرد للبخاری باب رحمة العيال)

ایک اور روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے کہ میں نے فاطمہؓ سے بڑھ کر شکل وصورت، چال ڈھال"۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر شکل وصورت، چال ڈھال" اور گفتگو میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ کسی اور کو نہیں دیکھا۔ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جب کبھی حضورؐ سے ملنے آتیں تو حضورؐ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ پکڑ کر چومتے، اپنے بیٹھنے کی جگہ پر ان کو بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضور ملنے کے لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں۔ حضورؐ کے دست مبارک کو بوسہ دیتیں اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر حضورؐ کو بٹھاتیں۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی القیام)

بخاری کتاب الزکوٰۃ سے یہ روایت لی گئی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک غریب عورت میرے پاس آئی جس نے اپنی دو بچیاں اٹھا رکھی تھیں۔ میں نے ان کو تین کھجوریں دیں۔ اس نے دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دے دی اور ایک کھجور کھانے کے لئے اپنے منہ میں ڈالنے لگی لیکن یہ کھجور بھی اس کی بیٹیوں نے مانگ لی۔ اس پر اس نے اس کھجور کے جسے وہ کھانا چاہتی تھی دو حصے کئے اور دونوں کو ایک ایک حصہ دے دیا۔ مجھے اس کی یہ ادا بہت پسند آئی اور میں نے اس کا ذکر آنحضرت ﷺ سے کیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت واجب کر دی۔ یا یہ فرمایا کہ اس (شفقت) کی وجہ سے اسے آگ سے آزاد کر دیا۔ (بخاری کتاب الزکوٰة باب اتقوا النار ولو بشق تمرة)

تو بچوں سے پیار کرنا یہ محض اپنے قلبی جذبات کا اظہار ہی نہیں بلکہ اللہ کو بچے اتنے پیارے ہیں کہ ان سے پیار بھی اللہ کو پیارا لگتا ہے۔ اب ماں نے اپنے طبعی جذبے سے ان بچیوں کے لئے قربانی دی لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ ادا پسند آئی اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ایسی ماؤں پر جو بچپن سے بچوں سے محبت کا سلوک کرتی ہیں ان پر جہنم حرام کر دی جاتی ہے۔

ایک دوسری روایت کا ترجمہ یہ ہے۔ ابو رافع بن عمرو الغفاری کے چچا سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ابھی بچہ ہی تھا تو انصار کی کھجوروں پر پتھر مار مار کر پھل گرایا کرتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ یہاں ایک لڑکا ہے جو ہماری کھجوروں کو پتھر مارتا ہے اور پھل گراتا ہے۔ چنانچہ مجھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے پوچھا "اے لڑکے تو کیوں کھجوروں کو پتھر مارتا ہے؟" میں نے عرض کیا کہ "تاکہ میں کھجوریں کھا سکوں"۔ فرمایا "آئندہ کھجور کے درخت کو پتھر نہ مارنا ہاں جو پھل گر جائے اسے کھا لیا کر"۔ پھر آپؐ نے میرے سر پہ پیار سے ہاتھ پھیرا اور دعا دی کہ "اَللّٰهُمَّ اَشْبِعْ بَطْنَهٗ" کہ اے میرے اللہ! اس کا پیٹ بھر دے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۱ مطبوعہ بیروت)

اس روایت میں کئی ایسی باتیں ہیں جو ہمارے لئے نصیحت ہیں۔ ایک تو یہ کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اس بچے کو خود پکڑ کر مارا نہیں۔ یہ بھی ایک بہت ہی ضروری عادت ہے کیونکہ اگر دوسرے بچے کو پکڑ کر مارا جائے تو اس سے تو بہت خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بہت بڑے فسادات کی جڑ یہ بیماری ہے۔ کسی بچے کو شرارت کرتے دیکھا تو بجائے اس کے کہ اس کے ماں باپ تک بات پہنچائیں اس وقت پیار سے روک دیں، خود ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں بڑے بڑے فسادات برپا ہو جاتے ہیں۔ تو صحابہ کی یہ عادت نہیں تھی۔ جانتے تھے کہ کون بچہ ہے لیکن اس کی شکایت آنحضرت ﷺ کے پاس کی اور حضور اکرم ﷺ نے بھی بڑے پیار سے اس سے پوچھا تو اس کے اس جواب پر کہ میں کھجوریں کھا سکوں اس لئے کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پتھر نہ مارو۔ جو خود بخود نیچے گر جائے اس کو کھا لیا کرو۔ اب بظاہر اس روایت کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض روایات سے ایک تضاد سا دکھائی دیتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ پھل اگر گر بھی جائے تو مالک کی اجازت کے بغیر نہیں کھانا۔ اور اس میں ہے کہ وہ کھا لیا کرو۔ دراصل یہ بات لوگ بھول جاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو تو سب صحابہ مالک ہی سمجھتے تھے اور آپ کا اجازت دینا ان سب کا اجازت دینا تھا۔ یہ ناممکن تھا کہ حضور کے لفظ کو سن کر وہ فدا نہ ہوں اور اپنا ہی معاملہ سمجھیں۔ پس اس بچے کو جو اجازت دی گئی یہ رسول اللہ ﷺ کا بھی اپنے صحابہ پر کتنا اعتماد تھا۔ جانتے تھے کہ یہ مجھ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں اور مجھے باپ سے بھی بڑھ کر سمجھتے تھے۔

ایک روایت صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام سے لی گئی ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر جھانکا اور فرمایا: کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں تو دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمہارے گھروں میں بارش کی طرح گر رہے ہیں۔

ایک انسان اونچی جگہ کھڑا ہو تو وہ زیادہ دور تک دیکھ سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ٹیلے پر چڑھنا یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ آنحضور ﷺ آنے والی نسلوں کو بھی دیکھ رہے تھے۔ یعنی آپ کی نگاہ دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور یہ بنیادی حکمت کی بات ہے۔ یہ نظر انداز نہیں کرنی چاہئے۔ ورنہ اس حدیث کی سمجھ نہیں آئے گی اور یوں لگے گا جیسے صحابہ پر فتنے نازل ہو رہے تھے اور ان کے گھروں میں بارش کی طرح گر رہے تھے۔ ہرگز نہیں۔ مراد یہ ہے کہ آئندہ ایسی نسلیں آنے والی ہیں جن کو اپنے بچوں کی صحیح تربیت کی توفیق نہیں ملے گی۔ ان پر بارش کی طرح فتنے نازل ہونگے۔ اور یہ حدیث آج کل اطلاق پا رہی ہے۔ آج کل بچوں کی تربیت میں وہ کوتاہیاں کی جا رہی ہیں جن کے نتیجہ میں پھر ان کے لئے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت جابر بن سَمُرۃ کی ترمذی کتاب البرّ والصِّلة میں یہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کا اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرنا صدقہ دینے سے زیادہ بہتر ہے۔

صدقہ دینا تو بہت اچھا ہے مگر اولاد کی تربیت سے لامتناہی سلسلہ صدقات کا شروع ہو جاتا ہے۔ اچھی تربیت والی اولاد جو آئندہ کے لئے نیکی کا موجب بنتی ہے وہ صدقہ دیتی ہے اور اس کی اولاد آگے اولاد اور یہ محبت کا سلسلہ نسلاً بعد نسل چلتا ہے۔ پس یہ معنے ہیں کہ ایک صدقہ تم دے دو وہ تو وہیں رک جائے گا مگر اولاد کی تربیت اچھی کرو گے تو اولاد تمہارے لئے ایک صدقہ جاریہ ثابت ہو گی۔

• ایک حدیث سنن ابی داؤد سے لی گئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس کی ایک بیٹی ہو پھر وہ اسے زندہ در گور نہ کرے، نہ ہی اس کی تذلیل کرے اور اپنے (دیگر) بچوں کو یعنی لڑکوں کو اس پر ترجیح نہ دے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(سنن ابی داؤد۔ کتاب الأدب)

زندہ در گور کا تو اب وقت نہیں رہا مگر زندہ در گور روحانی معنوں میں لوگ کر دیا کرتے ہیں۔ اپنی بچیوں کی بد تربیت کے ذریعہ یا ان کی تربیت سے غافل رہنے کی وجہ سے عملاً ان کو زندہ در گور ہی کر دیتے ہیں۔ پس یہ حدیث بھی پرانے زمانہ پر صرف اطلاق نہیں پاتی اس زمانہ پر بھی اطلاق پا رہی ہے۔ "وہ نہ ہی اس کی تذلیل کرے"۔ بہت سی بچیاں شکایت کرتی ہیں کہ ہمارے ماں باپ بڑی ذلت سے ہم سے سلوک کرتے ہیں، حقیر جانتے ہیں۔ اور وہ اس کی وجہ سے نفسیاتی مریضہ بن جاتی ہیں۔ اور عمر بھر ان کو یہ روگ لگ جاتا ہے تو ماں باپ کو اپنے بچوں سے بھی بہت پیار کا سلوک کرنا چاہئے۔ بعض دفعہ اگر کسی کے بیٹیاں ہی ہوں اور بیٹا نہ ہو تو جو بد خلق والا ہے وہ بیوی کو بھی طعنے دیتا رہتا ہے اور بچی کو بھی۔ تو یہ بہت ہی گندی رسمیں ہیں جو بدبختی سے ہمارے ملک میں بہت پائی جاتی ہیں۔ یہ شکر ہے کہ کم سے کم یورپ اور انگلستان میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ گندگی نہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس نصیحت پر خوب غور کریں کہ 'نہ ہی اس کی تذلیل کرے'۔ اور اگر

لڑکے ہوں تو لڑکیوں کو اس پر ترجیح نہ دے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمادے گا۔

ایک حدیث مسلم کتاب البرّ والصلة میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچ جائیں تو قیامت کے روز مَیں اور وہ اکٹھے آئیں گے (اس پر) حضورؐ نے اپنی انگلیوں کو باہم بھینچ کر دکھایا کہ اس طرح اکٹھے ہونگے۔

اب یہاں دو ہوں یا چار ہوں یہ بحث نہیں مگر دو کی تربیت میں ایک کی تربیت کے علاوہ کیا بات ہے۔ جب دو کا ذکر فرمایا گیا یا دو سے زیادہ ہوں تو مطلب یہ ہے کہ دو بچیاں ایک دوسرے سے نمونہ پکڑتی ہیں اور اگر بڑی بچی کی اچھی تربیت ہو تو دوسری کی بھی ساتھ ہی صحیح تربیت ہو جاتی ہے اور دونوں کی تربیت پر ماں باپ کو متوجہ ہونا چاہئے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنی بچیوں کی تربیت بہت پیار سے کرتے تھے اور بہت اچھی تربیت کرتے تھے تو گویا آپ کا اسوہ انہوں نے اپنا لیا۔ اس پہلو سے فرمایا ہے کہ جنت میں مَیں اور وہ اس طرح دو جڑی ہوئی انگلیوں کی طرح ہونگے۔

ابن ماجہ ابواب الادب سے یہ روایت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کیا مَیں تمہیں بہترین صدقہ کے بارہ میں نہ بتاؤں؟ تمہاری مطلقہ یا بیوہ بیٹی جس کا تمہارے سوا اَور کوئی کمانے والا نہ ہو اس کی ضروریات کا خیال رکھنا بہترین صدقہ ہے۔

(ابن ماجه ابواب الادب باب برّ الوالدو الاحسان الى البنات)

اب یہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کی نصیحت ہے۔ کئی لوگ اپنی مطلقہ یا بیوہ بیٹیوں کا خیال نہیں کرتے مگر حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سب سے زیادہ تمہارے صدقہ یعنی تمہاری طرف سے حسن و احسان کی محتاج ہیں اور حقدار ہیں۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھنا بہترین صدقہ ہے۔ ایک طرف تو یہ نصیحت ہے ماں باپ کو کہ وہ اپنی مطلقہ اور بیوہ بیٹیوں کا بھی خیال رکھیں ان پر ہر طرح سے خرچ کریں۔ اور دوسری طرف پاکستان سے بعض بچیاں شکایت کرتی ہیں جو بالکل برعکس معاملہ ہے۔ ایک بچی نے بڑا ہی دردناک خط لکھا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ میں تو بیٹھی بوڑھی ہو رہی ہوں اور ماں باپ میری کمائی کھا رہے ہیں اور میری کمائی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور یہ دیکھیں کتنا بڑا ظلم ہے۔ بالکل برعکس معاملہ ہے۔ بجائے اس کے کہ اپنی بچیوں کو پالیں جو ضرورت مند ہوں وہ الٹا ان کی کمائی پر بیٹھے براجمان ہیں اور ان کی کمائیاں کھا رہے ہیں اور یہ دیکھتے نہیں کہ ان کی زندگی خراب ہو رہی ہے۔ مستقبل خراب ہو رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقل دے۔ ایسے لوگ واقعۃً ملتے ہیں آج کل بھی۔ کسی بچی نے مجھے لکھ دیا لیکن ہر بچی مجھے لکھا تو نہیں کرتی۔ مگر ایسے ماں باپ بہت ہیں دنیا میں۔

ایک سنن ابوداؤد میں روایت ہے حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک کنواری لڑکی آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور بیان کیا کہ اس کے والد نے اُس کی شادی کی ہے اور یہ شادی اُسے ناپسند ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اُسے اختیار دیا (کہ وہ چاہے تو اس نکاح کو قائم رکھے اور اگر چاہے تو اسے ردّ کر دے)۔ (سنن ابی داؤد باب فی البکر یزوجها ابوها و لایستامرها)

یہ بھی ایک خرابی ہے جو آج کل بھی جاری ہے اور مجھے کل پرسوں ہی ایک بچی کا خط آیا کہ میرے ماں باپ نے زبردستی جرمنی میں میری ایک جگہ شادی کی ہوئی ہے اور غالباً اس خیال سے کہ میں غیر ملک میں چلی جاؤں گی اور بہت خوش رہوں گی۔ لیکن میرا دل بالکل نہیں مان رہا۔ دعا استخارہ کرتی ہوں لیکن طبیعت میں بے حد تردّد ہے۔ تو وہ مجھ پر زبردستی کر رہے ہیں۔ میں نے اصلاح وارشاد کو لکھا ہے کہ فوری طور پر توجہ کریں۔ کوئی حق نہیں ہے ماں باپ کا اپنی بیٹیوں کی مرضی کے خلاف شادی کرنا۔ پوری تحقیق کرنی چاہئے اور اکثر ماں باپ کو جب سمجھایا جاتا ہے تو اللہ کے فضل سے وہ سمجھ بھی جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تو منگنی چھوڑ نکاح کا بھی ایک ذکر کیا ہے کہ اگر نکاح بھی ہو چکا ہو تو پھر بھی اس کو اختیار ہے چاہے تو رد کر دے، چاہے تو قبول کرے۔

ابن ماجہ ابواب الادب باب برّالوالد میں مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اپنے بچوں سے عزت کے ساتھ پیش آؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو۔ ہمارے بعض رواجوں کے مطابق بعض لوگوں میں خاص طور پر یو۔ پی۔ میں یہ خوبی پائی جاتی ہے کہ بچوں سے عزت سے پیش آتے ہیں۔ ان کو آپ کر کے مخاطب کرتے ہیں اور یہ ایک رسم وہاں چلی ہوئی ہے مگر ہے بہت پیاری رسم۔ بچوں کو اگر آپ نہیں کہہ سکتے تو کم سے کم پیار سے تو مخاطب کریں۔ ان کے دل میں یہ خیال ہو کہ میرا احترام ہے اور یہی احترام پھر آگے جا کر آپ کے لئے ان کے دلوں میں پیدا ہو گا۔

ترمذی ابواب البرّ والصّلة میں مروی ہے کہ حضرت ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد اور پھر اپنے دادا کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہو۔ وہ ساری عمر اس کے کام آئے گا۔ مال و دولت دینا، دعا کرنا وہ تو اس نیت کے ساتھ کہ اس کے حق میں بہتر ہو کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں میں ہے 'دے ان کو عمر و دولت'۔ مگر وہ دولت جوان کے پاؤں کی جوتی ہو وہ دولت ان پر سوار نہ ہو جائے۔ پس اس پہلو سے بچوں کے لئے دولت مانگنا بھی ٹھیک ہے مگر اس نیت کے ساتھ کہ وہ دولت بچے آگے خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے ہوں۔

ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر ابن الخطاب رضوان اللہ علیہم سے مروی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ابرار کو اللہ تعالیٰ نے ابرار اس لئے کہا ہے کہ انہوں نے اپنے والدین اور بچوں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ جس طرح تم پر تمہارے والد کا حق ہے اسی طرح تم پر تمہارے بچے کا حق ہے۔

یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیاری پیاری نصیحتیں تھیں جو سیدھا دل میں گڑ جاتی ہیں۔ دل سے نکلتی ہیں دل میں اتر جاتی ہیں۔ سادہ لفظ ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی نصیحت کا یہ انداز ہے کہ تھوڑی سی باتوں میں بہت سی باتیں کہہ جاتے ہیں اور غوطہ لگا کر اس کے اندر چھپے ہوئے موتیوں کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ تو اس پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی احادیث پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی غور کیا اور اس میں چھپے ہوئے موتیوں کو نکال کر ہمارے سامنے اس کو آسان کر کے پیش کر دیا۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

"حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک قول ہے کہ میں بچہ تھا، جوان ہوا، اب بوڑھا ہو گیا۔ میں نے متقی کو کبھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا کہ اسے رزق کی مار ہو اور نہ اس کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ تو کئی پشت تک رعایت رکھتا ہے"۔

یہ بات بھی ایسی ہے کہ جس کو جماعت احمدیہ میں ہر گھر میں مشاہدہ کیا گیا ہے کہ بہت سے غریب ماں باپ بے حد قربانیاں کرنے والے وہ اللہ کے حضور حاضر بھی ہو چکے ہیں اور ان کی اولادیں دنیا میں بڑے بڑے اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں۔ خدا تعالیٰ نے غریبوں کی اولادوں میں اتنی دولت دی ہے کہ ان کو سمجھ نہیں آتی کہ خرچ کیسے کریں۔ بہرحال اکثر وہی ہیں جو خدا کی راہ میں ہی خرچ کرتے ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ جو بات ہے یہ حضرت داؤد کی زبور سے لی ہے جو آپ بیان کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم نے تو سات پشتوں تک پھر بھوکا مرتے نہیں دیکھا۔ تو اچھی تربیت کریں اور دولت کے لئے بے شک دعا کریں مگر اس شرط کے ساتھ جو میں نے بیان کی ہے اور یقین رکھیں کہ خدا متقیوں کی اولاد کو ضائع نہیں کرتا۔ اس کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دعا کرو۔ جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو"۔ (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۰۹)

ایک اور روایت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ بیان کرتے ہیں:

"پھر ایک اور بات ہے کہ اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں"۔

یہ جو فرمایا ہے کبھی نہیں دیکھا گیا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اولاد کی بے انتہا خواہش، جاہلانہ خواہش رکھتے ہیں۔ ان کا ذکر فرما رہے ہیں ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا عمل اور آپ کے صحابہ کا عمل بالکل برعکس تھا اس بات سے کہ وہ اپنی اولاد کے نیک چلن کے بارہ میں بالکل بے پرواہ ہوں۔ پس 'کبھی نہیں دیکھا گیا' سے یہ مراد نہیں کہ ایسے نیک لوگ نہیں ہوتے جو اولاد کی اچھی تربیت نہیں کرتے۔ پھر یہ بھی فرمایا: 'نہ کبھی انکے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں"۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا سلوک تو یہ تھا کہ اپنی اولاد کے پیدا ہونے سے پہلے بھی ان کے لئے دعائیں کی ہیں۔ بہت پہلے سے دعائیں شروع کی ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعائیں کی تھیں تو کہاں حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ، کہاں رسول اللہ ﷺ۔ کتنا فاصلہ ہے سالوں کا مگر وہ دعائیں دیکھو کیسی قبول ہوئیں۔ پس اپنی اولاد کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کے لئے دعا کیا کرو۔ فرمایا:

"میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بری عادتیں سکھادیتے

ہیں۔ ابتداء میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہ نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں .... یادرکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جو اَقْرَب تعلقات کو نہیں سمجھتا، جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی امید اس سے کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ یعنی خدا تو ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرمادے۔ اور یہ تب ہی میسر آسکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں بلکہ عبادالرحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں اور آگے کھول کر کہہ دیا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام ہی ہوگا۔ اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دعا ہے"۔ (الحکم جلد ۵ نمبر ۳۵ صفحہ ۱۰ تا ۱۲۔ ۲۴ر ستمبر ۱۹۰۱ء)

وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا سے مراد یہ ہے کہ آگے نسلاً بعد نسلٍ متقی پیدا ہوتے چلے جائیں۔ ان کا پیشوا بن جائیں۔ امام جو سب سے آگے ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان معنوں میں امام تھے کہ آپ کے بعد نسلاً بعد نسلٍ آپ کی نیکیاں جاری رہنی تھیں۔

پھر فرماتے ہیں:

"جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کے لئے نہ ہو کہ وہ دیندار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے، بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے اور باقیات صالحات کی بجائے اس کا نام باقیات سیّئات رکھنا جائز ہوگا"۔ یعنی نیک باقیات نہیں بلکہ بد باقیات۔ "لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں صالح اور خداترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہوگا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔ اگر خود فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا ہے اور منہ سے کہتا ہے کہ میں صالح اور متقی اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو وہ اپنے اس دعویٰ میں کذاب ہے۔ صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی کو متقیانہ زندگی بنادے۔ تب اس کی ایسی خواہش ایک نتیجہ خیز خواہش ہوگی اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہوگی کہ اس کو باقیات صالحات کا مصداق کہیں۔ لیکن اگر یہ خواہش صرف اس لئے ہو کہ ہمارا نام باقی رہے اور وہ ہمارے املاک و اسباب کی وارث ہو یا وہ بڑی نامور اور مشہور ہو اس قسم کی خواہش میرے نزدیک شرک ہے"۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳۵ صفحہ ۱۰ تا ۱۲۔ ۲۴ر ستمبر ۱۹۰۱ء)

سب سے ضروری بات اس نصیحت میں یہی ہے کہ ماں باپ جو اولاد کے لئے دعائیں بھی کرتے ہونگے، خواہش بھی رکھتے ہونگے کہ نیک ہوں۔ اگر خود نیک نمونہ نہ دکھائیں، گھر میں دنگا فساد ہو، گندی زبان ہو تو بچوں کو گھر کے دباؤ میں رہنے کے نتیجہ میں اگر وہ عادت نہ بھی پڑے یعنی وہ عادت ماں باپ کے سامنے ننگی نہ ہو مگر باہر جائیں گے تو چھپ کر پھر گالیاں دیں گے۔ ماں باپ یہی سمجھتے ہیں کہ ان کی تربیت اچھی ہو رہی ہے، ہم ان کو دبا کر رکھ رہے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ بچہ ماں باپ کے اندرونے کو سمجھتا ہے۔ اگر ماں باپ بچے کے ساتھ وہ سلوک کریں جو دل سے چاہتے ہیں تو پھر خود بھی ویسا بنیں۔ جب خود ویسا بنیں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے بچوں کو پھر نیک بناتا ہے اور انہی نیکیوں کے ساتھ وہ جوان ہوتے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اولاد کا فتنہ بھی بہت سخت ہوتا ہے۔ اکثر لوگ مجھے گھبرا کر خط لکھتے رہتے ہیں کہ آپ دعا کریں کہ میری اولاد ہو۔ اولاد کا فتنہ ایسا سخت ہے کہ بعض نادان اولاد کے مر جانے کے سبب دہریہ ہو جاتے ہیں۔ بعض جگہ اولاد انسان کو ایسی عزیز ہوتی ہے کہ وہ اس کے واسطے خدا تعالیٰ کا شریک بن جاتی ہے .... بعض بچے چھوٹی عمر میں مر جاتے ہیں تو وہ ماں باپ کے واسطے سلب ایمان کا موجب ہو جاتے ہیں"۔ (ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۸۴)

پھر فرماتے ہیں:

"ہم نے تو اپنی اولاد وغیرہ کا پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ یہ سب خدا تعالیٰ کا مال ہے اور ہمارا اس میں کچھ تعلق نہیں اور ہم بھی خدا تعالیٰ کا مال ہیں۔ جنہوں نے پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوتا ہے ان کو غم نہیں ہوا کرتا"۔ (ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۴۰۹)

پھر فرماتے ہیں:

"دین کی جڑ اس میں ہے کہ ہر امر میں خدا تعالیٰ کو مقدم رکھو۔ دراصل ہم تو خدا کے ہیں اور خدا ہمارا ہے اور کسی سے ہم کو کیا غرض ہے۔ ایک نہیں کروڑ اولاد مر جائے پر خدا راضی رہے تو کوئی غم کی بات نہیں۔ اگر اولاد زندہ بھی رہے تو بغیر خدا کے فضل کے وہ بھی موجبِ ابتلا ہو جاتی ہے۔ بعض آدمی اولاد کی وجہ سے جیل خانوں میں جاتے ہیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ وہ اولاد کی شرارت کے سبب پابہ زنجیر تھا۔ اولاد کو مہمان سمجھنا چاہئے۔ اس کی خاطر داری کرنی چاہئے۔ اس کی دلجوئی کرنی چاہئے مگر خدا تعالیٰ پر کسی کو مقدم نہیں کرنا چاہئے۔ اولاد کیا بنا سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا ضروری ہے"۔ (ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۹۰)

پھر فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے، گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے تو اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور جرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خوددار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو سے نہ دینے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اسے البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقت مناسب پر کسی حد تک بچہ کو سزا دے یا چشم نمائی کرے۔ مگر مغلوب الغضب اور سبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔ جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کرلیں اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے"۔ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۴)

یہ آخری روایت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملفوظات جلد دوم سے لی گئی ہے۔ اس کے بعد کچھ روایتیں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی اور بعض حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچوں سے سلوک کے بارہ میں ہیں۔ وہ اب وقت نہیں رہا۔ پھر آئندہ خطبہ میں بیان کر دیں گے۔ اس روایت کے بعد میں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔

"ہدایت اور تربیت حقیقی خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے۔ اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے۔ ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کرواتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہوگا وقت پر سرسبز ہو جائے گا"۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۵)

یہاں ایک بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ نرمی کے ساتھ اپنے گھر میں بچوں کو شرارتوں سے ٹوکنا ایک ایسی عادت ہے کہ اس کے نتیجہ میں بچے پھر دوسروں کے گھروں میں بھی جاکر شرارتیں نہیں کرتے۔ لیکن بعض ماں باپ عجیب خصلت رکھتے ہیں۔ اپنے گھر میں اپنی چیزوں کے نقصان پر تو ان کو بہت غصہ چڑھتا ہے اور وہ بچوں سے بہت سختی کرتے ہیں۔ مگر وہی بچے جب دوسرے کے گھر جائیں تو ان کی قیمتی چیزیں بھی توڑ پھوڑ کر پھینک دیں تو ان کو روکتے نہیں۔ ایسے ماں باپ کو چاہئے ہی نہیں کہ بچوں کو لے کر دوسروں کے گھروں میں جائیں اور اگر جائیں تو ان کو پکڑ کر اپنے پاس بٹھا کر رکھیں۔ اس وقت کی جو سختی ہے اس کے خلاف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ نہیں فرما رہے۔ پس اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری نصیحت کے بعد میں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں اور جو روایات رہ گئی ہیں ان کو انشاء اللہ آئندہ خطبہ میں یا کسی اور موقعہ پر پیش کیا جائے گا۔